قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القصص

(۱)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی
وَفِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳﴾

— ۲ —

اللہ کے نام سے جو سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

یہ سورۂ 'طٰسٓمّٓ'[112] ہے۔ یہ نہایت واضح کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہم اُن لوگوں کی ہدایت کے لیے جو ایمان لانا چاہیں[113]، موسیٰ اور فرعون کی سرگذشت کا کچھ حصہ ٹھیک ٹھیک تمھیں سناتے ہیں۔ ۱-۳

۱۱۲۔ اِس نام کے معنی کیا ہیں؟ اِس کے متعلق اپنا نقطۂ نظر ہم سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۱ کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

۱۱۳۔ اصل الفاظ ہیں: 'لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ'۔ اِن میں فعل ارادۂ فعل کے مفہوم میں ہے۔ یہ ایک قسم کی تنبیہ ہے۔ قرآن نے ابتدا ہی میں بتا دیا ہے کہ اِس سرگذشت سے ہدایت اُنھی کو ملے گی جو ہدایت پانا چاہیں گے۔ اُن

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ
یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِیْدُ اَنْ
نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۵﴾ لا

واقعہ یہ ہے کہ سرزمین مصر میں فرعون نے سرکشی اختیار کر لی تھی[114]۔ اُس کے باشندوں کو اُس نے گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا[115]۔ اُن میں سے ایک گروہ کو اُس نے سختی سے دبا رکھا تھا[116]، اُن کے بیٹوں کو وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ذبح کر چھوڑتا اور اُن کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا[117]۔ فی الواقع وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اور اِدھر ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ اُن لوگوں پر عنایت کریں جو اُس ملک میں دبا کر رکھے گئے تھے[118] اور اُن کو امامت عطا فرمائیں[119] اور اُنھیں ملک کا وراث بنائیں

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے لیے اِس میں کوئی ہدایت نہیں ہے جو فیصلہ کر چکے ہیں کہ اندھے اور بہرے بن کر ہی جئیں گے۔

۱۱۴۔ اِس سرکشی کی نوعیت کیا تھی؟ آگے قرآن نے اِسی کی وضاحت فرمائی ہے۔

۱۱۵۔ یعنی انصاف کی مسند پر بیٹھ کر انصاف کرنے اور سب کو یکساں اور برابر کے حقوق دینے کے بجاے اُس نے رعایا کو طبقات میں تقسیم کر دیا تھا۔ چنانچہ کسی کو مراعات اور امتیازات دے رکھے تھے اور کسی کو محکوم بنا کر ذلیل کرتا تھا۔

۱۱۶۔ یعنی بنی اسرائیل کو جو یوسف علیہ السلام کے زمانے میں یہاں آکر آباد ہو گئے تھے اور اب ایک بڑی قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔

۱۱۷۔ یہ، ظاہر ہے کہ سرکشی کی انتہا ہے جس کا صدور کسی حکمران سے ہو سکتا ہے۔ فرعون اور اُس کے اعیان و اکابر نے یہ اسکیم اِس لیے چلائی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کی تعداد میں اضافے سے خوف زدہ تھے کہ مبادا وہ ایک بڑی قوت بن کر اُن پر غلبہ پا لیں۔ اِس کی تفصیلات بائیبل اور تالمود، دونوں میں دیکھ لی جا سکتی ہیں۔

۱۱۸۔ یہ اُس خدائی فیصلے کا بیان ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد بنی اسرائیل کو عالمی سطح پر اپنے دین کی شہادت کے لیے منتخب کیا۔ یہ اُسی طرح کا انتخاب تھا، جس طرح انسانوں میں سے انبیا علیہم السلام کو انذار و بشارت اور دعوت و شہادت کے لیے منتخب کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ یہاں جو مدعا 'نَمُنَّ' کے

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿٦﴾
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا

اور اُنھیں اُس ملک میں اقتدار بخشیں[۱۲۰] اور فرعون اور ہامان[۱۲۱] اور اُن کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دکھادیں جس سے وہ ڈرتے تھے[۱۲۲]۔ ۴-۶

(چنانچہ موسیٰ[۱۲۳] پیدا ہوا تو بچے قتل کیے جا رہے تھے)۔ ہم نے موسیٰ کی ماں کو (اِسی بنا پر) وحی

لفظ سے ادا ہوا ہے، قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں اُسی کو 'نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ' کے الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔

۱۱۹۔ یعنی دین کے امام اور پیشوا بنائیں۔ سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۱۲۴ میں قرآن نے ابراہیم علیہ السلام سے متعلق جس فیصلے کا ذکر 'اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا' کے الفاظ میں کیا ہے، یہ اُسی کا نتیجہ ہے۔

۱۲۰۔ اِس کے لیے ارض فلسطین کا انتخاب کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اِسے اپنی دعوت کے لیے خاص قرار دے کر بنی اسرائیل کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ اِس کے باشندوں سے اِس سرزمین کو خالی کرا لیا جائے اور گردوپیش کی حکومتوں کو باج گزار بنا کر اِس پورے علاقے میں انبیا علیہم السلام کی زیر قیادت خدا کی حکومت قائم کر دی جائے۔ بائیبل میں اِسی بنا پر اسے بنی اسرائیل کی میراث کا علاقہ کہا گیا ہے۔ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ یہ ایک خدائی فیصلہ تھا، اِس کا دنیا کے دوسرے علاقوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۲۱۔ اِس کا ذکر جس طریقے سے یہاں ہوا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غالباً فرعون کا وزیر اعظم تھا اور اُس کے دست راست کی حیثیت سے اُس کے تمام مظالم میں پوری طرح شریک تھا۔

۱۲۲۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ فرعونی اِس بات سے ڈرتے تھے کہ بنی اسرائیل کی تعداد اور مصر میں اُن کا اثر و رسوخ اِسی طرح بڑھتا رہا تو ایک دن وہ اُن پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ یہ اُسی ڈر کا ذکر ہے۔ فرمایا کہ یہی ہو گا اور فرعون اور اُس کے اعیان و اکابر اپنے تمام زور و سلطنت اور تدبیر و تدبر کے باوجود ایک دن بالکل مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔

۱۲۳۔ موسیٰ قبطی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: میں نے اُسے پانی سے نکالا۔ بائیبل اور تالمود، دونوں

تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡکِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۷﴾
فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِیَکُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ

کی[124] کہ ابھی اِسے دودھ پلاؤ، پھر جب اِس کی نسبت تمھیں (جان کا) خطرہ ہو تو اِسے دریا میں ڈال دینا اور کوئی اندیشہ اور غم نہ کرنا، ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اِس کو ہم واپس تمھارے پاس پہنچا دیں گے[125] اور اِسے پیغمبروں میں سے (ایک پیغمبر) بنائیں گے۔۷

(اُس نے بالآخر یہی کیا)[126]، پھر فرعون کے گھر والوں نے (دریا میں بہتے دیکھ کر) اُس کو اٹھا

سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا یہ نام فرعون کے گھر میں رکھا گیا تھا۔ اُن کے والد کا نام اِن کتابوں میں عمرام بتایا گیا ہے۔ قرآن اِسی کا تلفظ عمران کرتا ہے۔ وہ حضرت یعقوب کے بیٹے لاوی کی اولاد میں سے تھے۔

۱۲۴۔ الہام و القا یا رؤیا کے ذریعے سے کوئی بات کسی کے دل میں ڈال دی جائے تو قرآن کی زبان میں وحی کا لفظ اُس کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پیغمبر نہیں تھیں، اِس لیے یہاں اِس لفظ کو اِسی مفہوم میں لینا چاہیے۔

۱۲۵۔ بائیبل کی کتاب خروج میں ہے کہ فرعون اور اُس کے اعیان نے پہلے دائیوں کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیں، لیکن جب اِس میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی تو قبطیوں کو عام حکم دے دیا گیا کہ جہاں دیکھیں کہ بنی اسرائیل کے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہوا ہے، اُسے اٹھائیں اور دریا میں پھینک دیں*۔ چنانچہ اِسی بنا پر فرمایا ہے کہ بچے کو چھپائے رکھو، لیکن جب یہ ممکن نہ رہے تو اپنے ہاتھوں سے اُسے دریا میں ڈال دینا اور کوئی اندیشہ نہ کرنا، ہم اِسی کو تمھارے بچے کے لیے نجات کی راہ بنا دیں گے۔

۱۲۶۔ بائیبل میں ہے:

> ”... وہ عورت حاملہ ہوئی اور اُس کے بیٹا ہوا اور اُس نے یہ دیکھ کر کہ بچہ خوب صورت ہے، تین مہینے تک اُسے چھپا کر رکھا۔ اور جب اُسے اور زیادہ چھپا نہ سکی تو اُس نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا لیا اور اُس پر چکنی مٹی اور رال لگا کر لڑکے کو اُس میں رکھا اور اُسے دریا کے کنارے جھاؤ میں چھوڑ آئی۔“ (خروج ۲: ۲-۳)

---

* (۱: ۱۵-۲۲)

وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ﴿٨﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ط
لَا تَقْتُلُوْهُ ق عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩﴾
وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ط اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

لیا[۱۲۷] کہ (خدا کی بات پوری ہو اور) اِس کے نتیجے میں وہ اُن کا دشمن اور اُن کے لیے باعث غم بنے[۱۲۸]۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر بڑے خطاکار تھے (کہ اپنے آپ کو تمام اختیار واقتدار کا مالک سمجھتے رہے)[۱۲۹]۔ فرعون کی بیوی نے (بچے کو دیکھا تو فرعون سے) کہا: یہ تو میری اور تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم لوگ اِسے قتل نہ کرو۔ کیا عجب کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اِسے بیٹا ہی بنالیں[۱۳۰]۔ (وہ یہ باتیں کر رہے تھے) اور اُنھیں کچھ خبر نہ تھی کہ اُن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ ۸-۹

اُدھر موسیٰ کی ماں کا دل بالکل بے قرار ہو گیا۔ اگر ہم اُس کے دل کو نہ سنبھالتے کہ اُس کو

۱۲۷۔ یہ اِس لیے ممکن ہوا کہ دریاے نیل بنی اسرائیل کی بستیوں سے گزرتا ہوا شاہی محلات کی طرف جاتا تھا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جس ٹوکرے میں تھے، اُسے دریا کی سیر کرتے ہوئے خود بادشاہ اور ملکہ نے یا اُن کے خدام نے دیکھا اور دریا سے نکال لیا۔

۱۲۸۔ اصل الفاظ ہیں: 'لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا'۔ اِن میں 'ل' اُن کے مقصد کو نہیں، بلکہ فعل کی غایت اور انجام مقدر کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ ہم نے ترجمہ اِسی کے لحاظ سے کیا ہے۔

۱۲۹۔ مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے سوچا ہی نہیں کہ کائنات کا اصل مالک خدا ہے اور وہ اگر چاہے گا تو اُن کے سب سے بڑے قامع کی پرورش اُنھی کے ہاتھوں کرا کے اُنھیں اُن کے انجام مقدر تک پہنچا دے گا، اور یہی بہت بڑی غلطی تھی۔

۱۳۰۔ فرعون کے ہاں غالباً کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور یہ ملکہ نہایت نیک دل خاتون تھیں۔ قرآن نے دوسری جگہ بتایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی موہنی صورت عطا فرمائی تھی۔ جو دیکھتا، اُسے بے اختیار پیار آجاتا تھا۔ چنانچہ ملکہ بھی اِس موہنی صورت پر قربان ہو گئیں اور اُنھوں نے فرعون سے وہ بات کہی جو یہاں نقل ہوئی ہے۔

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠﴾ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ﴿١١﴾
وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ
يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿١٢﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

ہمارے وعدے کا یقین رہے[131] تو وہ اُس کا راز فاش کر بیٹھتی۔ اور (اسی بے قراری میں) اُس نے بچے کی بہن سے کہا کہ اُس کے پیچھے پیچھے جا[132]۔ چنانچہ وہ (اجنبی بن کر) اُس کو دور سے دیکھتی رہی اور فرعون کے لوگوں کو اِس کی کچھ خبر نہ ہوئی[133]۔ ۱۰-۱۱

اور اِدھر دودھ پلائیوں کے دودھ سے ہم نے موسیٰ کو پہلے ہی روک رکھا تھا۔[134] چنانچہ (موسیٰ کی بہن وہاں پہنچی اور یہ دیکھا تو) اُس نے اُن سے کہا: تم لوگ کہو تو میں تمھیں ایک گھرانے کا پتا بتاؤں جو تم لوگوں کی خاطر اِسے پالیں گے اور بڑی خیر خواہی سے اِس کی دیکھ بھال کریں گے؟ اِس

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۳۱۔ یعنی خدا کے اشارے سے بچے کو دریا کے حوالے کر کے اُس نے جس ایمان و توکل کی شہادت دی تھی، اُس کی لاج قائم رہے۔ اپنے مومن بندوں اور بندیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یوں ہی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”... اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور بندیوں کو امتحان میں توڈالتا ہے کہ یہ امتحان اُس کی سنت ہے، اور یہ امتحان درجے اور مرتبے کے اعتبار سے سخت سے سخت تر بھی ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی اُس کی یہ سنت بھی ہے کہ جو لوگ اُس کے امتحان کی راہ میں بازی کھیل جاتے ہیں، وہ اُن کو سنبھالتا بھی ہے۔“ (تدبر قرآن ۵/ ۶۶۱)

۱۳۲۔ یہ دل کی تسلی کے لیے آخری تدبیر تھی جو وہ کر سکتی تھیں۔

۱۳۳۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی محل اسرائیلیوں کی بستی سے زیادہ دور نہیں تھا۔

۱۳۴۔ یہ اُس تدبیر کا ذکر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی ماں کی طرف لوٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمائی۔ چنانچہ بچے کو پانے کے بعد جب اُس کو دودھ پلانے کی فکر ہوئی تو فرعون کی بیوی ایک کے بعد دوسری انا کو دودھ پلانے کے لیے بلاتی رہی، لیکن بچے نے کسی کی چھاتی منہ سے نہیں لگائی۔

تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾
وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾
وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫
هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ

طرح موسیٰ کو ہم نے اُس کی ماں کی طرف لوٹا دیا کہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ آزردہ خاطر نہ ہو اور اِس لیے کہ وہ اچھی طرح جان لے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کے رہتا ہے[135]، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے[136]۔ ۱۲-۱۳

(فرعون کے زیر سایہ پرورش پا کر یہی) موسیٰ جب اپنی جوانی کو پہنچا اور ہر لحاظ سے پختہ ہو گیا[137] تو ہم نے اُسے علم و حکمت سے نوازا[138]۔ اچھے لوگوں کو ہم اِسی طرح صلہ دیتے ہیں[139]۔ ۱۴

(پھر ایک دن اتفاق سے) وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوا، جب کہ شہر کے لوگ بے خبر ہوتے تھے[140] تو اُس نے دیکھا کہ دو آدمی وہاں لڑ رہے ہیں۔ ایک اُس کی اپنی قوم میں سے تھا اور دوسرا

www.javedahmedghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۳۵۔ یہ اُس وعدے کے ایفا کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر اوپر آیت ۷ میں گزرا ہے۔

۱۳۶۔ یعنی اپنی بلادت کے سبب سے اِس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"... وہ خدا کے وعدوں کو محض ہوائی باتیں خیال کرتے ہیں اور اُن کے اعتماد پر کوئی بازی کھیلنے میں اُن کو خسارہ اور خطرہ نظر آتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوتے دیکھ لیں، تب مانیں گے، حالاں کہ اِس دنیا میں اصل امتحان تو یہی ہے کہ لوگ اپنے رب کے اُن وعدوں اور وعیدوں کے لیے جئیں اور مریں جن کی حقیقت ابھی سامنے آنی ہے۔" (تدبر قرآن ۵/ ۶۶۲)

۱۳۷۔ یعنی جسمانی لحاظ سے بھی جوانی کو پہنچ گیا اور اُس کی عقل اور اُس کے مزاج میں بھی پختگی آ گئی۔

۱۳۸۔ آیت میں 'حُکۡم' اور 'عِلۡم' کے الفاظ آئے ہیں۔ 'حُکۡم' سے مراد چیزوں کے بارے میں صحیح فیصلے تک پہنچنے کی صلاحیت اور 'عِلۡم' سے مراد معرفت حقائق ہے۔

۱۳۹۔ یعنی اُن لوگوں کو جو خدا کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کو بالکل صحیح طریقے پر استعمال کرتے ہیں۔

۱۴۰۔ یہ غالباً لوگوں کے قیلولے کا وقت ہو گا۔ آگے جو واقعہ بیان ہوا ہے، اُس کے بارے میں خیال ہو سکتا

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ

اُس کے دشمنوں کی قوم میں سے۔ پھر اُس کی قوم کے آدمی نے اُس شخص کے مقابل میں اُس کی مدد چاہی جو اُس کے دشمنوں میں سے تھا۔ اِس پر موسیٰ نے اُس کے گھونسا مارا اور اُس کا کام تمام کر دیا[۱۴۱]۔ (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) موسیٰ نے کہا: یہ تو مجھ سے شیطانی کام ہو گیا ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ شیطان ایک کھلا ہوا گم راہ کرنے والا دشمن ہے۔ اُس نے دعا کی کہ میرے پروردگار، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، سو مجھ کو بخش دے[۱۴۲]تو اُس کے پروردگار نے اُسے بخش دیا۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

تھا کہ آخر لوگوں نے اُسے دیکھا کیوں نہیں۔ قرآن نے یہ اُس کی وجہ بیان کر دی ہے کہ یہ ایسا وقت تھا، جب لوگ زیادہ تر گھروں میں تھے۔ چنانچہ سڑکیں اور گلیاں سنسان تھیں اور شہر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اِس وقت کا انتخاب شاید اِس لیے کیا کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے بچ بچا کے اپنے مظلوم بھائیوں کے حالات دیکھ سکیں۔

۱۴۱۔ یہ حادثہ بالکل بے ارادہ پیش آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اِس طرح کی صورت حال پیش آجائے گی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...اسرائیلی نے جب حضرت موسیٰ کو دیکھا تو اُن سے طالب مدد ہوا۔ حضرت موسیٰ اُس کو مظلوم دیکھ کر، بہ تقاضاے فتوت و حمایت حق، اُس کی مدد کے لیے بڑھے اور چاہا کہ بیچ بچاؤ کرا دیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قبطی اپنی رعونت کے سبب سے اُن سے الجھ پڑا۔ اُنھوں نے اپنی مدافعت میں اُس کو جو گھونسا مارا تو وہ ایسا بے ڈھب پڑا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔“ (تدبر قرآن ۵/ ۶۶۳)

۱۴۲۔ یہ اُسی علم و حکمت کا کرشمہ تھا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی شہ زوری اور بے پناہی پر فخر کرنے کے بجاے اِس غیر ارادی غلطی کو بھی جرم سمجھا۔ چنانچہ فوراً نادم ہوئے اور اپنے پروردگار سے معافی کی درخواست کی۔

اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ فَلَنۡ اَكُوۡنَ ظَهِيۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۷﴾

فَاَصۡبَحَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى اسۡتَنۡصَرَهٗ بِالۡاَمۡسِ

حقیقت یہ ہے کہ وہی بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے۔ موسیٰ نے کہا: میرے پروردگار، یہ عنایت جو تو نے مجھ پر فرمائی ہے، اِس کے بعد تو اب میں اِس طرح کے مجرموں کا کبھی مددگار نہ بنوں گا[۱۴۳]۔ ۱۵-۱۷

(رات خیریت سے گزر گئی) تو اگلے دن موسیٰ صبح کو ڈرتے ڈرتے، کچھ ٹوہ لیتے ہوئے شہر میں

۱۴۳۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی بشارت بھی کسی غیبی ذریعے سے دے دی گئی تا کہ وہ مطمئن ہو جائیں اور اپنی حفاظت کا بندوبست کریں۔ اِس لیے کہ اُس وقت کی حکومت اور قانون سے وہ اپنے لیے کسی انصاف کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔ اِس میں یہ جو فرمایا ہے کہ ''اب میں اِس طرح کے مجرموں کا کبھی مددگار نہ بنوں گا''، تو اِس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اُنھوں نے اپنے اسرائیلی بھائی کو مجرم سمجھتے ہوئے اُس کی مدد کی تھی۔ اُس وقت تو اُنھوں نے اُسے مظلوم ہی سمجھا تھا، لیکن بعد میں واضح ہو گیا کہ جسے وہ مظلوم سمجھے تھے، وہی درحقیقت مجرم تھا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...آپ نے تو جو کچھ کیا، اُس کو مظلوم سمجھتے ہوئے کیا، اُس کی فریاد پر کیا اور وقت کے حالات کی بنا پر اُن کو گمان یہی ہوا کہ قبطی ظالم اور اسرائیلی مظلوم ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے معافی مانگنے پر یہ نہیں فرمایا کہ تم بے قصور ہو، قبطی ظالم آدمی تھا، بلکہ اُن کو ایک غلطی کا مرتکب قرار دیتے ہوئے معافی دی تو اِس سے وہ اِس نتیجے پر پہنچے کہ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے مظلوم کی حمایت کرنی چاہی، لیکن معاملے کی تحقیق نہ کرنے کے سبب سے مجھ سے ظالم کی حمایت صادر ہو گئی۔ اِس وجہ سے آیندہ کے لیے آپ نے یہ عہد فرمایا کہ اب میں بلا تحقیق کسی کی حمایت نہیں کروں گا، بلکہ صرف اُسی کی حمایت کروں گا جس کا مظلوم ہونا معلوم ہو۔ چنانچہ دوسرے ہی دن آپ نے جب اُسی اسرائیلی کو ایک دوسرے قبطی سے لڑتے دیکھا اور وہ حسب سابق پھر حضرت موسیٰ سے طالب مدد ہوا تو آپ نے اُس کو جھڑک دیا کہ تم ایک شریر آدمی معلوم ہوتے ہو۔''

(تدبر قرآن ۵/ ۶۶۴)

يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ
بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا ۢ
بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ
مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

داخل ہوا۔ پھر کیا دیکھتا ہے کہ وہی جس نے کل اُسے مدد کے لیے پکارا تھا، آج پھر اُسے پکار رہا ہے۔ موسیٰ نے اُس سے کہا: اب کوئی شبہ نہیں رہا کہ تم خود ایک کھلے ہوئے شریر آدمی ہو[۱۴۴]۔ پھر (دونوں کو سمجھاتے سمجھاتے) جب بات یہاں تک پہنچ گئی کہ موسیٰ نے ارادہ کیا[۱۴۵] کہ اب اپنے اور اُس کے دشمن[۱۴۶] کو پکڑے (کہ وہ بھی جھگڑنا بند کرے) تو (اُسے شبہ ہوا کہ یہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں[۱۴۷]، لہٰذا) وہ بول اٹھا کہ موسیٰ، جس طرح کل ایک آدمی کو تم نے قتل کر دیا تھا، کیا آج اُسی طرح مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم یہی چاہتے ہو کہ اِس ملک میں جبار بن کر رہو، تم یہاں مصلح بن کر نہیں رہنا چاہتے[۱۴۸]۔ ۱۸-۱۹

۱۴۴۔ موسیٰ علیہ السلام پر یہ بات اللہ تعالیٰ کے اشارے ہی سے کھل گئی تھی، تاہم آج اُسے دوبارہ لڑتے دیکھ کر اُنھیں کوئی شبہ نہیں رہا کہ اصل مجرم یہی شخص ہے جو ہر ایک سے لڑتا رہتا ہے۔

۱۴۵۔ اصل الفاظ ہیں: 'فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ'۔ اِس 'اَنْ' سے پہلے موقع کی مناسبت سے کوئی فعل محذوف ہے۔ ہم نے ترجمے میں اُسے کھول دیا ہے۔

۱۴۶۔ یہ اُس دشمنی کی طرف اشارہ ہے جو قبطیوں کے مظالم کی وجہ سے اُن کے اور اسرائیلیوں کے مابین اُس وقت قومی اعتبار سے قائم ہو چکی تھی۔

۱۴۷۔ یہ شبہ غالباً اِس لیے ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آتے ہی اُسے جھڑک دیا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا، اُسے گمان ہوا کہ اُن کا گھونسا آج اُسی پر پڑے گا۔

۱۴۸۔ اِس سے معلوم ہوا کہ یہ آدمی محض شریر ہی نہیں، اِس کے ساتھ نہایت سفلہ بھی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اِس کی مدد و حمایت کی تو اِس کے نزدیک وہ بہت بڑے مصلح تھے، لیکن جب اُن کی طرف سے خود اِس کو تنبیہ

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ز قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ
بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا
يَّتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢١﴾
وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾

(یہ بات دربار میں پہنچی تو) شہر کے پرلے سرے سے، (جہاں شاہی محلات تھے)، ایک شخص[۱۴۹] دوڑتا ہوا آیا۔ اُس نے بتایا کہ موسیٰ، دربار کے بڑے تمھارے قتل کے مشورے کر رہے ہیں[۱۵۰]، اِس لیے یہاں سے نکل جاؤ۔ یقین کرو، میں تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں[۱۵۱]۔ چنانچہ موسیٰ وہاں سے ڈرتا اور ٹوہ لیتا ہوا نکل کھڑا ہوا۔ (اُس وقت) اُس نے دعا کی کہ میرے پروردگار، مجھے اِن ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما دے۔ ۲۰-۲۱

(مصر سے نکل کر) جب موسیٰ نے (بالآخر) مدین کا رخ کیا[۱۵۲] تو (اپنے دل میں) کہا: امید ہے

کا اندیشہ ہوا تو نہایت غیر ذمہ دارانہ طور پر اُس نے کل کے قتل کا راز کھول دیا جو اب تک کسی کے علم میں نہیں تھا اور اُنھیں بھی فوراً ایک مطلق العنان اور بے قابو آدمی قرار دے دیا جو دوسروں پر اپنی دھونس جمانا چاہتا ہے۔

۱۴۹۔ یہ غالباً وہی شخص ہے جس کا ذکر آگے سورۂ مومن (۴۰) کی آیت ۲۸ میں ہوا ہے کہ اگرچہ شاہی خاندان میں سے تھا، مگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا۔

۱۵۰۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی سے دربار والوں کی نگاہ میں کھٹک رہے تھے۔ لہٰذا اُنھیں جب معلوم ہوا کہ یہ اسرائیلی اب ہمارے لوگوں کو قتل بھی کرنے لگا ہے تو اُن کی آتش غضب پوری طرح بھڑک اٹھی اور وہ اُن کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔

۱۵۱۔ یہ وضاحت اُس نے غالباً اِس لیے ضروری سمجھی کہ بدگمانی کی جو فضا اُس وقت قبطیوں اور اسرائیلیوں کے درمیان تھی، اُس میں حضرت موسیٰ یہ خیال نہ کریں کہ اِس خبر کے پیچھے بھی فرعونیوں کی کوئی اسکیم ہے۔

۱۵۲۔ یعنی گھر سے نکل کر کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کر لیا کہ اِس ہجرت کے لیے فرعون کی سلطنت سے باہر مدین ہی موزوں جگہ ہے۔ خلیج عقبہ کے مشرقی اور مغربی سواحل پر آباد، یہ اُسی قوم کی بستی ہے جس کی طرف

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۡ وَوَجَدَ مِنْ
دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ
الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ

کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے گا[۱۵۳]۔ (چنانچہ چلتے چلتے) جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہے اور وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ اُن سے الگ دو عورتیں ہیں جو اپنے گلے کو روکے کھڑی ہیں[۱۵۴]۔ اُس نے پوچھا: تمھارا کیا ماجرا ہے[۱۵۵]؟ اُنھوں نے کہا: ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں، جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ ہٹا لیں۔ اور (اِس کام کے لیے ہمیں ہی آنا پڑتا ہے، اِس لیے کہ) ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں[۱۵۶]۔ یہ سن کر موسیٰ نے اُن دونوں کی خاطر اُن کے گلے کو پانی پلا دیا۔ پھر ہٹ کر سایے کی

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

حضرت شعیب مبعوث ہوئے تھے۔ اِس کا محل وقوع خلیج عقبہ کے مغربی ساحل پر مقنا سے چند میل بجانب شمال بتایا جاتا ہے۔

۱۵۳۔ یعنی ٹھیک اُس راستے پر ڈال دے گا جو مجھے میری منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مدین کا رخ تو کر لیا تھا، لیکن ابھی کچھ معلوم نہیں تھا کہ مدین میں کہاں اور کس کے پاس جانا ہے۔ بس خدا کے بھروسے پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ آگے کے واقعات سے واضح ہے کہ یہی بھروسا اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُنھیں ٹھیک اُسی مقام پر لے گیا، جہاں اُنھیں جانا چاہیے تھا۔

۱۵۴۔ اصل میں لفظ 'تَذُوْدٰنِ' استعمال ہوا ہے۔ اِس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اُن کا گلہ تو گھاٹ پر پہنچ کر پانی پینے کے لیے زور لگا رہا تھا، لیکن وہ زبردستی اُسے پیچھے ہٹا رہی تھیں۔

۱۵۵۔ اصل میں 'مَا خَطْبُكُمَا' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن کا حق ادا کیجیے تو گویا مدعا یہ ہے کہ تم عورتیں ہو، آخر کیا افتاد پیش آئی ہے کہ خود اپنا گلہ لے کر نکلی ہو اور اب اُسے یہاں روکے کھڑی ہو۔

۱۵۶۔ یعنی والد بوڑھے ہیں اور گھر میں کوئی دوسرا مرد بھی نہیں ہے، اِس لیے آتی ہیں۔ لیکن مردوں کی بھیڑ میں گھسنا مشکل ہوتا ہے، لہٰذا انتظار کرتی ہیں کہ چرواہے ہٹیں تو اپنے جانوروں کو آگے لائیں۔

لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ز قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ط فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ لا قَالَ لَا تَخَفْ قف نَجَوْتَ

طرف آیا[157] اور دعا کی کہ میرے پروردگار، اِس وقت جو خیر بھی تو میرے لیے اتار دے، میں اُس کا حاجت مند ہوں[158]۔ ۲۲-۲۴

پھر (زیادہ دیر نہیں گزری کہ) اُن میں سے ایک شرماتی ہوئی اُس کے پاس چل کر آئی اور کہنے لگی: میرے والد[159] آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ ہماری خاطر آپ نے جو پانی پلایا ہے، اُس کا صلہ آپ کو دیں[160]۔ (موسیٰ چل پڑا)، پھر جب اُس کے والد کے پاس پہنچا[161] اور اپنا سارا قصہ اُسے سنایا تو اُس

۱۵۷۔ یعنی اگرچہ سخت مشکل اور پریشانی سے دوچار تھے، مگر اُس کے اظہار کے لیے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا اور جس سایے سے اٹھ کر کم زوروں کی حمایت کے لیے گئے تھے، اُسی میں آکر بیٹھ گئے۔

۱۵۸۔ یہ ایسی دعا ہے کہ روح میں اہتزاز پیدا کر دیتی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...اِس دعا کی بلاغت کی تعبیر سے زبان قلم قاصر ہے۔ صرف اہل ذوق ہی اِس کو سمجھ سکتے ہیں۔ چونکہ یہ دعا بالکل صحیح وقت پر، صحیح جذبے کے ساتھ اور بالکل صحیح الفاظ میں زبان سے نکلی، اِس وجہ سے اِس کا اثر بلا کسی تاخیر کے ظاہر ہوا۔ صاحب زادیوں نے حضرت موسیٰ کے اِس احسان کا ذکر اپنے باپ سے کیا اور اِس طرح حضرت موسیٰ کے لیے اُس خیر کی راہ کھل گئی جس کے لیے اُنھوں نے دعا فرمائی تھی۔" (تدبر قرآن ۵/۶۶۹)

۱۵۹۔ یہ بزرگ مدین کے کاہن تھے۔ بائیبل میں اِن کا نام ایک جگہ رعوایل اور دوسری جگہ یترو بیان کیا ہے۔ تالمودی لٹریچر میں ایک اور نام حوباب بھی نقل ہوا ہے۔ اِن میں سے یترو کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اِن کا نام نہیں، بلکہ لقب تھا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدیان کی اولاد میں سے تھے۔ چنانچہ قیاس یہی ہے کہ حضرت موسیٰ کی طرح یہ بھی دین ابراہیمی کے پیرو تھے۔

۱۶۰۔ بائیبل میں مزید تفصیل ہے کہ اُس روز لڑکیاں معمول کے خلاف وقت سے پہلے فارغ ہو کر گھر پہنچ گئیں تو باپ نے اِس کا سبب معلوم کرنا چاہا۔ اُنھوں نے بتایا کہ آج ایک مسافر نے ہمارے گلے کو خود بھر کر پانی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵﴾
قَالَتۡ اِحۡدٰىہُمَا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡہُ ۫ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ﴿۲۶﴾

نے تسلی دی کہ اب اندیشہ نہ کرو، تم ظالم لوگوں سے بچ نکلے ہو[۱۶۲]۔۲۵

اُن عورتوں میں سے ایک نے (یہ سب دیکھا تو ایک موقع پر اپنے باپ سے) کہا[۱۶۳]: ابا جان، اِسے ملازم رکھ لیجیے، اِس لیے کہ بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں، وہی ہو سکتا ہے جو قوی اور امانت دار ہو[۱۶۴]۔۲۶

پلا دیا ہے۔ اِس پر باپ نے فرمایا کہ تم نے اُسے چھوڑ کیوں دیا؟ جا کر اُسے بلاؤ کہ ہمارے ہاں روٹی کھائے۔

آیت میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن نے چرواہوں کی بھیڑ سے لڑکیوں کے الگ کھڑے ہونے اور موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے شرماتے ہوئے آنے کو خاص طور پر نمایاں کیا ہے۔ یہ اُن کے شریفانہ اطوار کی تصویر ہے جس کی طرف قرآن توجہ دلانا چاہتا ہے۔

۱۶۱۔ اِس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اِسے اپنی دعا کی قبولیت اور تائید غیبی سمجھا اور بغیر کسی تردد کے فوراً اُس کے ساتھ ہو لیے۔ یہ سن لینے کے باوجود کہ اُنھیں ایک ذرا سی خدمت کا بدلہ دینے کے لیے بلایا جا رہا ہے، اُنھوں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اِس موقع پر خواہ مخواہ خودداری کا مظاہرہ کریں اور اُن کے پروردگار نے جو سامان میزبانی فراہم کر دیا ہے، اُسے رد کر دیں۔

۱۶۲۔ یہ ٹھیک اُس دعا کی قبولیت کی بشارت تھی جو موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے نکلتے ہوئے کی تھی کہ ’رَبِّ نَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ‘ (پروردگار، تو مجھے اِن ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما دے)۔

۱۶۳۔ آیت کے اسلوب سے واضح ہے کہ یہ لڑکی وہ نہیں تھی جو موسیٰ علیہ السلام کو بلانے گئی تھی، بلکہ دوسری تھی۔

۱۶۴۔ قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کے والد غالباً پہلے ہی سے اپنے گھر اور جایداد کی دیکھ بھال کے لیے کسی موزوں آدمی کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ اُس نے سفارش کر دی اور سفارش کے وجوہ بھی بیان کر دیے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... جہاں تک جسمانی صحت و قوت کا تعلق ہے، یہ ایک ایسی کھلی ہوئی چیز ہے کہ آدمی بہ یک نظر اِس کا

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ
حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ
سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا
الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾
فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ

اُس کے باپ نے موسیٰ سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی اِن دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمھارے ساتھ کر دوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال میری ملازمت کرو۔ پھر اگر دس سال ہی پورے کر دو تو یہ تمھاری مرضی ہے۔ میں تم پر کوئی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا[165]۔ خدا نے چاہا تو آگے تم مجھے ایک بھلا آدمی پاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا: (ٹھیک ہے)، یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گئی۔ میں اِن دونوں میں سے جو مدت بھی پوری کر دوں، اُس کے بعد مجھ پر کوئی جبر نہیں ہے اور جو قول و قرار ہم کر رہے ہیں، اُس پر اللہ گواہ ہے۔ ۲۷-۲۸

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے اہل و عیال کو لے کر (وہاں سے) روانہ ہوا تو طور کی جانب سے اُسے ایک آگ سی دکھائی دی[166]۔ اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا: مجھے آگ دکھائی

اندازہ کر سکتا ہے، لیکن امانت و دیانت کا تعلق کردار سے ہے جس کا صحیح صحیح اندازہ تجربے سے ہوتا ہے۔ یہ تجربہ عام حالات میں تو بہت دیر میں ہوتا ہے، لیکن بعض حالات میں بالکل باول وہلہ ہو جاتا ہے۔ آدمی کی پیشانی اور اُس کی نگاہیں گواہی دیتی ہیں کہ یہ کس کردار کا آدمی ہے۔‘‘ (تدبر قرآن ۵/ ۶۷۰)

۱۶۵۔ یعنی تمھیں ایسی کسی بات کا پابند نہیں کرنا چاہتا جو تمھیں منظور نہ ہو، اِس لیے تم اچھی طرح غور کر کے فیصلہ کر سکتے ہو۔

۱۶۶۔ اصل میں لفظ ’اٰنَسَ‘ استعمال ہوا ہے۔ اِس سے یہ بات نکلتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ کا کوئی

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٢٩﴾
فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ
اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ
كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ

دی ہے، تم لوگ ذرا ٹھیرو کہ وہاں سے میں تمھارے پاس (رستے کی) کوئی خبر یا آگ کا کوئی انگارا ہی لے آؤں تاکہ (اِس سردی میں) تم اُسے تاپ سکو[167]۔ ۲۹

پھر جب موسیٰ وہاں پہنچا تو وادی ایمن کے کنارے سے، اُس مبارک خطے میں[168]، اُس کو درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ، میں ہوں اللہ، جہانوں کا پروردگار[169] اور یہ بھی کہ اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دو۔ پھر جب موسیٰ نے دیکھا کہ لاٹھی بل کھا رہی ہے، گویا کہ سانپ ہے تو پیٹھ

جلتا ہوا الاؤ نہیں، بلکہ ایک شعلہ سا دیکھا تھا جو اچانک چمکا اور غائب ہو گیا اور اُن کے سوا شاید کسی اور کو نظر بھی نہیں آیا۔

۱۶۷۔ اِس سے معلوم ہوا کہ رات کا وقت تھا اور اُنھیں راستے کا بھی کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔

۱۶۸۔ یعنی مبارک وادی کے کنارے سے جو طور کے مبارک خطے میں تھی۔ اِنھیں مبارک اِس لیے کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام یہاں اپنے پروردگار کی تجلی اور اُس کے کلام سے نوازے گئے۔ اللہ تعالیٰ زمین کے کسی ٹکڑے یا کسی علاقے کو اپنے نور و ظہور کے لیے منتخب کر لیں تو وہ یقیناً مبارک ہو گا اور اُس کے قدوسیوں کی جلوہ گاہ بن جائے گا۔ 'الْوَاد' اور 'الْبُقْعَة' کے لیے آیت میں یہ صفات اِسی حقیقت کی وضاحت کے لیے آئی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو آواز سنی، وہ ایک متعین جہت سے اور متعین درخت سے آئی تھی، جہاں کسی شیطان کے لیے دراندازی کا کوئی امکان نہ تھا۔

۱۶۹۔ سورۂ نمل (۲۷: ۹) میں اِس مقام پر 'اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ' کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ گویا اِسی 'رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ' کی صفت کو اُس کے مضمرات کے لحاظ سے بیان کر دیا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُکْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ز وَّاضْمُمْ
اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھْبِ فَذٰنِکَ بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِہٖ ط
اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْھُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ

پھیر کر بھاگا اور اُس نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا[۱۷۰]۔ فرمایا: موسیٰ، آگے آؤ اور ڈرو نہیں، تم بالکل مامون ہو۔ اپنا ہاتھ ذرا اپنے گریبان میں ڈالو، وہ بغیر کسی مرض کے[۱۷۱] سفید (چمکتا ہوا) نکلے گا اور اِس کے لیے اپنا بازو اپنی طرف سکیڑ لو، جس طرح خوف سے سکیڑتے ہیں[۱۷۲]۔ سو تیرے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اُس کے درباریوں کے پاس جانے کے لیے یہ دو نشانیاں[۱۷۳] ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں[۱۷۴]۔ ۳۰-۳۲

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

موسیٰ نے عرض کیا کہ میرے پروردگار، میں تو اُن کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، اِس لیے ڈرتا

۱۷۰۔ یہ اُس فطری ردعمل کا بیان ہے جو رات کی تاریکی میں کسی سنسان جگہ پر اِس طرح کے کسی منظر کو دیکھ کر کسی شخص سے صادر ہو سکتا ہے۔

۱۷۱۔ یہ اضافہ صاف واضح کر رہا ہے کہ یہاں بائیبل کی تردید مقصود ہے جس میں ہاتھ کی سفیدی کو برص بتایا گیا ہے۔

۱۷۲۔ اصل میں 'مِنَ الرَّھْبِ' کے الفاظ آئے ہیں، یعنی 'ضمک من الرھب'۔ یہ اُسی طرح کا اسلوب ہے، جیسے دوسرے مقامات میں 'مِنَ الذُّلِّ' یا 'مِنَ الرَّحْمَۃِ' وغیرہ کے اسالیب ہیں۔

۱۷۳۔ اصل الفاظ ہیں: 'فَذٰنِکَ بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ'۔ اِن میں 'اِلٰی' سے پہلے ایک فعل حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ عربی زبان کا عام اسلوب ہے جس کی متعدد مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔

۱۷۴۔ یہ وجہ بتائی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اِن غیر معمولی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے درباریوں کی طرف کیوں بھیجا جا رہا ہے۔

اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿٣٤﴾
قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ
بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿٣٥﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا
سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٦﴾

ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ اور میرا بھائی، ہارون، اُس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے، سو اُس کو میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیجیے وہ میری تائید کرے[۱۷۵]، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ فرمایا: ہم تمھارے بھائی کو تمھارے لیے قوت بازو بنائیں گے اور تم دونوں کو ایسا دبدبہ عطا کریں گے کہ وہ تم تک پہنچ نہ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ[۱۷۶]، تم دونوں اور جو تمھاری پیروی کریں گے، وہی غالب رہیں گے۔ ۳۳-۳۵

پھر جب موسیٰ ہماری اِن واضح نشانیوں کے ساتھ اُن کے پاس آیا تو اُنھوں نے کہہ دیا کہ یہ تو محض گھڑا ہوا جادو ہے اور اِس طرح کی بات ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں میں تو کبھی سنی ہی نہیں[۱۷۷]۔ ۳۶

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۷۵۔ یہودی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام اپنی قوم میں فصاحت بیان کے لیے بڑی شہرت رکھتے تھے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ اُن کے ہاں یہ کمی ہے، اِس کی تلافی کے لیے اُن کے بھائی کو اُن کا مددگار بنا دیا جائے۔

۱۷۶۔ اصل میں 'بِاٰيٰتِنَا' کا لفظ آیا ہے۔ ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ اِس سے پہلے ایک فعل محذوف مانا جائے۔

۱۷۷۔ یعنی حضرت موسیٰ کی یہ بات کہ میں رب العٰلمین کا رسول ہوں اور مجھے اِس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں اُس کے پیغامات تمھیں پہنچا دوں۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ
يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾
وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾

موسیٰ نے جواب دیا: میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُس کو بھی جو اُس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور اُس کو بھی جس کے لیے اگلے گھر کا اچھا انجام ہے۔ (اُس کے منکرین اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے ہیں اور)[۱۷۸] حق یہ ہے کہ اِس طرح کے ظالم کبھی فلاح نہ پائیں گے[۱۷۹]۔ ۳۷

فرعون نے کہا: دربار کے لوگو، میں تو اپنے سوا تمھارے لیے کسی اور معبود سے واقف نہیں ہوں[۱۸۰]۔ اچھا تو اے ہامان، تم میرے لیے مٹی کی اینٹوں کا پزاوہ لگواؤ اور ایک اونچا محل میرے لیے بنواؤ تاکہ موسیٰ کے خدا کو میں (آسمان میں) جھانک کر دیکھوں، اور میں تو اِسے ایک جھوٹا آدمی سمجھتا ہوں۔ ۳۸

فرعون اور اُس کے لشکروں نے زمین میں ناحق گھمنڈ کیا اور خیال کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں

۱۷۸۔ یہ مقابل کا جملہ ہے جو اصل میں بربنائے قرینہ محذوف ہے۔

۱۷۹۔ نہایت بلیغ اور شستہ اسلوب میں یہ اُس نتیجے کا اعلان ہے جو حق و باطل کی اُس کشمکش کا نکلنے والا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد مصر میں برپا ہو گئی تھی۔

۱۸۰۔ یعنی زمین و آسمان کا کوئی خالق ہے تو ہوا کرے، تمھارا معبود تو میں ہی ہوں۔ فرعون نے یہ بات اِس لیے کہی کہ مصر میں اُسے سورج دیوتا کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔ تاہم یہ کوئی سنجیدہ بات نہیں تھی، بلکہ محض استہزا کا جملہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کے لیے کہا گیا۔ اِسی طرح آگے کا جملہ بھی محل بنوانے کا کوئی سنجیدہ حکم نہیں ہے۔ فراعنہ و متمردین عہد رفتہ کے ہوں یا دور حاضر کے، ہمیشہ اِسی طرح حقائق کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٤٠﴾
وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ
هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿٤٢﴾
وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ

لوٹائے جائیں گے[۱۸۱]۔ آخر اُسے اور اُس کے لشکروں کو ہم نے پکڑا، پھر اُنھیں سمندر میں پھینک دیا تو دیکھ لو کہ اِن ظالموں کا انجام کیسا ہوا[۱۸۲]۔ ہم نے اُنھیں (ڈھیل دی اور) ایسے پیشوا بنا دیا کہ جہنم کی طرف بلاتے رہے[۱۸۳]۔ قیامت کے دن اب اُن کی کوئی مدد نہ ہو گی۔ ہم نے اِس دنیا میں اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہی خوار ہونے والوں میں ہوں گے۔ ۳۹-۴۲

اگلی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دینے کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی[۱۸۴]، لوگوں کے لیے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۸۱۔ یعنی اِس وجہ سے گھمنڈ کیا کہ وہ خدا کے سامنے کسی جواب دہی کا گمان نہیں رکھتے تھے۔

۱۸۲۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی بھی ہے اور آپ کے مخاطبین کے لیے تذکیر و تنبیہ بھی کہ اِس وقت جو دعوت برپا ہے، اُس کا نتیجہ بھی یہی نکلنے والا ہے۔

۱۸۳۔ آیت میں لفظ 'اَىِٕمَّة' کے ساتھ 'جَعَلْنَا' کا فعل ہے۔ یہ 'أمهلنا' کے مفہوم پر متضمن ہے اور 'یَدْعُوْنَ' سے پہلے فعل ناقص عربیت کے اسلوب پر حذف کر دیا گیا ہے۔ ہم نے ترجمے میں یہ چیزیں ملحوظ رکھی ہیں۔

۱۸۴۔ یہ اِس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کی طرف رسول بھیجے، لیکن اُن میں سے کوئی قوم بھی اُس دعوت کی علم بردار بن کر کھڑی نہیں ہوئی جو رسولوں کی طرف سے اُن کے سامنے پیش کی گئی۔ چنانچہ اتمام حجت کے بعد سب ہلاک کر دی گئیں۔ اِس کے بعد نبوت کا دوسرا دور شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کو یہ توفیق دی کہ وہ اپنے پیغمبر پر ایمان لائیں اور فلسطین کی سرزمین میں دعوت حق کا ایک مرکز قائم کر کے عالمی سطح پر اتمام حجت کا اہتمام کریں۔ اُن کا یہی منصب تھا جس کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اُنھیں تورات کی صورت میں ایک باقاعدہ کتاب دی گئی۔

لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ
الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ
اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ
الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ

بصیرتوں کا سامان اور ہدایت ور حمت بنا کر[۱۸۵] تاکہ وہ یاددہانی حاصل کریں۔ ۴۳

ہم نے جب موسیٰ کو اپنے اِس فیصلے سے آگاہ کیا[۱۸۶]، (اے پیغمبر)، تو نہ تم طور کے مغربی جانب موجود تھے اور نہ اِس واقعے کو دیکھنے والوں میں شامل تھے[۱۸۷]۔ لیکن ہم نے بہت سی نسلیں اٹھائیں، پھر اُن پر ایک زمانہ گزر گیا (اور وہ ہماری یاددہانی کو بھلا بیٹھے تو خدا کی عنایت سے اب تمھی یاد دلا رہے ہو)۔ تم مدین والوں کے درمیان بھی موجود نہ تھے، اُن کو ہماری آیتیں سناتے ہوئے، لیکن ہم فیصلہ کر چکے تھے کہ تمھیں رسول بنائیں۔ (سو اُن کے واقعات بھی سنا رہے ہو)۔ اور تم طور کے پہلو میں بھی موجود نہ تھے، جب ہم نے موسیٰ کو پکارا تھا، لیکن اپنے پروردگار کی رحمت سے تم اُس سے بھی آگاہ کیے گئے، اِس لیے کہ اُن لوگوں کو خبردار کرو جن کے پاس تم سے پہلے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۸۵۔ یعنی دنیا کی زندگی میں ہدایت اور آخرت میں خدا کی رحمت و عنایت۔ یہ دونوں لفظ واحد ہیں، لیکن اِن سے پہلے لفظ ’بَصَآئِر‘ آیت میں جمع استعمال ہوا ہے۔ اِس سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ خدا کی یہ کتاب ایسی آیات اور ایسے دلائل پر مشتمل تھی جن سے لوگوں کی آنکھیں کھل سکتی تھیں۔

۱۸۶۔ آیت میں تضمین ہے۔ چنانچہ ’قَضَيْنَا‘ میں ’عَهِدْنَا‘ کا مفہوم بھی شامل ہو گیا ہے، جیسے ’عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ‘۔

۱۸۷۔ اِس سے حضرت موسیٰ کی قوم کے لوگ مراد ہیں جو اُن کے ساتھ طور کے دامن میں موجود تھے۔

مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّھُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۶﴾

کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تاکہ وہ یاددہانی حاصل کریں[۱۸۸]۔ ۴۴-۴۶

۱۸۸۔ اِن آیتوں میں بعض فقرے دلالت قرینہ کی بنا پر حذف کر دیے گئے ہیں۔ ہم نے ترجمے میں اُنھیں کھول دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اِس کے باوجود کہ تم نے یہ واقعات اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے، لیکن اِن کا آنکھوں دیکھا حال اِن لوگوں کو سنا رہے ہو اور اِس طرح سنا رہے ہو کہ لوگ جو کچھ جانتے ہیں، اُس کی تصحیح بھی ہو رہی ہے تو یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ تمھاری زبان پر اُس ہستی کا کلام جاری ہوا ہے جس کی نگاہوں سے ماضی، حال اور مستقبل کی کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔ یہ اگر سمجھنا چاہیں تو تنہا یہی بات اِن کو یہ سمجھانے کے لیے کافی ہے کہ تم خدا کے رسول ہو اور تم پر یہ کلام تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ جن لوگوں کے سامنے یہ بات کہی گئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز سے واقف تھے اور خوب جانتے تھے کہ اِن معلومات کے لیے آپ کے پاس وحی الٰہی کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ موجود نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن نے اپنے من جانب اللہ ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر جو دلائل دیے ہیں، اُن میں سے یہ ایک بڑی دلیل ہے جو کئی دوسرے مقامات پر بھی پیش کی گئی ہے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com